POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 03-04 October 2024, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages 8

HAMARI ZABAN (Weekly)

ہفت روزہ

ہماری زبان

اشاعت کا 85 واں سال

Date of Publication: 02-10-2024 • Price: 5/- • 8-14 October 2024 • Issue: 38 • Vol:83

۸تا۱۴/اکتوبر۲۰۲۴ء • شمارہ:۳۸ • جلد:۸۳

صحتِ املا کے لیے ایک زاویۂ نظر

معین الدین عقیل

زبان کا صحیح استعمال یا زبان کی غلطیاں دونوں ہی مقالے کے معیار کو متاثر کرتی ہیں۔ زبان کا درست استعمال مصنف کی لیاقت اور شائستگی کا مظہر ہوتا ہے اور مقالے کے بہتر معیار کے تعین میں معاون ہوتا ہے۔ اگر زبان معیاری نہ ہو تو تحقیق یا مقالہ چاہے جتنی ہی محنت سے لکھا جائے اور اپنے متن اور نتائج کی مناسبت سے کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو، قابلِ اثر کا حامل نہ ہوگا۔ اس لیے یہ لازم ہے کہ زبان کو معیاری اور غلطیوں سے پاک ہونا چاہیے۔ مقالہ نگار کی پوری کوشش ہونی چاہیے کہ وہ زبان کے استعمال میں قواعد کے تمام اہم اور ضروری اصولوں کو پیشِ نظر رکھے اور الفاظ کے استعمال میں نہایت احتیاط برتے تا کہ نہ کوئی لفظ غیر ضروری استعمال ہو، نہ ضرورت سے کم ہو، زبان حشو و زوائد سے پاک ہو، جملے مختصر ہوں، طویل نہ ہوں۔ مختصر جملے میں زیادہ معنویت ہوتی ہے اور غلطیوں کا امکان کم ہوتا ہے۔ طویل جملے بوجھل ہو سکتے ہیں، انھیں برتنے کے لیے خلاقانہ صلاحیتیں درکار ہوتی ہیں اور ان میں غلطیاں در آنے کی گنجائش بھی زیادہ ہوتی ہے۔

زبان کے معیار میں املا کی درستگی کا بہت اہم کردار ہے۔ اگر املا درست نہیں تو زبان معیاری نہیں کہلا سکتی۔ زبان کی شائستگی اور پختگی کا اظہار اس کے املا کے اظہار سے ہوتا ہے۔ زبان کی عمدگی اگر شخصیت کو جاذبِ توجہ بناتی ہے تو زبان کا املا اس کی زبان کی صحت کو نمایاں کرتا ہے، اس لیے تحریری طور پر زبان کو استعمال کرتے ہوئے پوری احتیاط کی جانی چاہیے کہ قواعد کی درستگی کی طرح املا بھی درست استعمال کیا جائے۔ لیکن بعض افراد زبان کے املا کے استعمال میں بہت محتاط نہیں ہوتے اور غلط فہمیوں کا بھی شکار رہتے ہیں اور اس طرح متعدد الفاظ کا املا غلط استعمال کرتے ہیں۔ اس میں اکابرِ ادب و دانش بھی دیکھے جا سکتے ہیں اور اساتذہ اور ماہرین بھی۔ ذیل میں ایسی چند مثالیں دی جا رہی ہیں جن کے بارے میں لوگ احتیاط نہیں کرتے اور نادانستگی میں غلطیاں کرتے ہیں اور غلط املا لکھتے ہیں۔ چناں چہ درست املا کے استعمال کی خاطر درجِ ذیل امور کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنے سے املا درست رہ سکتا ہے۔

صحتِ املا کے چند ضروری اصول اور قاعدے:

1- لفظوں کو، خصوصاً مرکب لفظوں کو، الگ الگ لکھنا چاہیے، مثلاً:
ان کو، آپ کے، کے لیے، جائے گا، چوں کہ، جس قدر، خوب صورت، آج کل، قلم کار، چناں چہ، عقل مند، بے شک، بے خوف، ہم قدم، کیوں کہ، جب کہ، بشرط یہ کہ، غرض یہ کہ۔

2- انگریزی اور یورپی الفاظ کو بھی الگ الگ لکھا جائے تو اس طرح انھیں پڑھنا نسبتاً آسان ہوتا ہے، مثلا:
کاپی رائٹ، پبلی کیشنز، یونی ورسٹی، سیمی نار، انڈی پینڈنٹ، ٹیلی گراف، ٹیلی وژن، ٹیلی فون، انسٹی ٹیوٹ، ایجی ٹیشن، سائنٹی فک، انسائی کلو پیڈیا۔
البتہ بعض الفاظ ملا کر ہی لکھے جائیں، جیسے:
کانفرنس، پارلیمنٹ، میونسپلٹی وغیرہ۔

3- مرکب حروف عام طور پر ہائے مخلوط یا دو چشمی 'ھ' (بھ، تھ، ٹھ وغیرہ) سے لکھے جانے چاہییں، جیسے:
انھوں، انھیں، تمھارا، جنھیں، کولھو، کمھار، بھائی، دلھن، سرھانہ، دھندا، کلھاڑی، سیدھا وغیرہ۔
ورنہ ان الفاظ کو لکھتے ہوئے اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں اور انہیں، تمہارا، تمہیں، جنہیں اور سیدہا وغیرہ لکھتے ہیں۔ یعنی ہائے ہوز 'ہ' والے لفظوں کو دو چشمی 'ھ' سے لکھنا قطعی غلط ہے۔ گویا ہائے مخلوط یا دو چشمی 'ھ' اور ہائے ہوز میں امتیاز کرنا ضروری ہے، ورنہ لفظوں کے معنی بدل جائیں گے، جیسے: بھائی اور بہائی، گھر اور گہر، بھی اور بہی، یہ سب الفاظ معنوں میں مختلف ہیں۔

4- بعض عربی الفاظ کے آخر میں الف کی آواز ہے، مگر وہاں بہ جائے الف کے 'ی' اور 'و' لکھا جاتا ہے اور اس پر چھوٹا الف (الف مقصورہ) بنا دیا جاتا ہے (اسے کھڑا زبر بھی کہتے ہیں) جیسے: ادنیٰ، اعلیٰ، مگر اس قبیل کے کئی الفاظ اردو میں پورے الف سے رائج ہیں، جیسے: تماشا، تقاضا، ماجرا، مدّعا، رِبا وغیرہ۔ کئی الفاظ دونوں طرح سے لکھے جاتے ہیں، جیسے: ادنا، اعلا، تمنا، مدعا، مولا، دعوا، فتوا، معرّا، ربا، وغیرہ۔ البتہ چند الفاظ کو بہ طورِ استثنا اس طرح لکھنا مناسب ہوگا، جیسے: مصطفیٰ، مجتبیٰ، عیسیٰ، موسیٰ، تعالیٰ، اولیٰ، عقبیٰ، مقفّیٰ وغیرہ۔

5- سابقوں اور لاحقوں (بہ، چہ، کہ) کو ملا کر لکھنا بہتر ہے: مثلاً: بخدا، بخوبی، بدقت، بہرحال، بدستور، بدولت، بانداز، بطور، بحیثیت، بلحاظ، وغیرہ۔

6- بعض عربی الفاظ کے درمیانی حروف پر چھوٹا الف (کھڑا زبر) آتا ہے (جیسے اسمٰعیل، رحمٰن)۔ بہتر ہے ایسے الفاظ پورے الف سے لکھے جائیں۔ مثلاً: اسماعیل، رحمان، اسحاق، یاسین، مولانا، (نہ کہ مولٰینا) لقمان، زکات، حیات وغیرہ۔

7- عربی اور ترکی کے کچھ الفاظ (اسی طرح غیر عربی یعنی انگریزی، ہندی اور یورپی زبانوں کے) الفاظ کو بھی 'ہ' سے نہیں بلکہ الف سے لکھنا درست ہے، مثلاً: ملغوبا، قورما، سانچا، ڈاکیا، شوربا، ڈھانچا، معما، تماشا، بقایا، تمغا، مچلکا، حلوا، مربا، چغا، خون خرابا، ناشتا، آریا، داروغا، کٹورا، غنڈا، راجا، دھماکا، دھوکا، بھروسا، کلیجا، پتا، پتّا، باڑا، بلبلا، تارا، گھونسلا، میلا، انگارا، انڈا، کمرا، وغیرہ۔

8- اسمائے معرفہ مروّج طریقے سے لکھے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں، جیسے: افریقہ، مرہٹہ، ڈھاکہ، کلکتہ، چیکوسلواکیہ، آگرہ، شملہ، پٹنہ، ہزارہ، بنگلہ دیش، امریکہ وغیرہ۔

9- بعض لفظوں میں ہمزہ اور بعض میں 'ی' کا استعمال اس طرح ہوگا:

غلط	صحیح	غلط	صحیح
لئے	لیے	چاہیئے	چاہیے
چاہئیں	چاہییں	لکھئے	لکھیے
کیجئیے	کیجیے	دیئے	دیے

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اگر کسی لفظ میں زبر والے حرف کے بعد ہمزہ 'ء' لکھا جائے تو درست ہوگا جیسے لفظ 'گئے' میں۔ لیکن لفظ 'لیے' میں ہمزہ کا استعمال غلط ہے، کیوں کہ یہاں ہمزہ سے پہلے والے حرف پر زبر نہیں ہے بلکہ زیر ہے۔ اس طرح 'لئے' اور 'گیے' غلط ہیں، لیے اور گئے درست ہیں۔ ان الفاظ کو لکھتے ہوئے بھی اکثر لوگ نادانستگی میں غلطی کرتے ہیں۔

10- 'انشاء اللہ' کا املا قرآن پاک کے مطابق اِس طرح لکھنا ضروری

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

ہے: ’ان شاء اللہ، اگر اسے ملا کر ’انشاءاللہ‘ لکھیں گے تو اس کے معنی مختلف ہو جائیں گے۔

11- اضافت کے قاعدے میں، لفظ کے آخری حرف کے نیچے زیر آتا ہے، جیسے: ماہِ رمضان، تحریکِ آزادی، اتمامِ حجت، مگر جن لفظوں کے آخر میں یائے ساکن ہوتی ہے، اضافت کی صورت میں اس ’ی‘ کے نیچے زیر آئے گا (نہ کہ ہمزہ) مثلاً:

غلط	صحیح	غلط	صحیح
مرضئ خدا	مرضیِ خدا	رعنائیٔ خیال	رعنائیِ خیال
آزادئ وطن	آزادیِ وطن	رنگینیٔ نظر	رنگینیِ نظر

12- عربی جمع اور مصادر کے آخر میں ہمزہ آتا ہے، مگر اردو میں ان کے آخر میں، بلکہ الف پر ختم ہونے والے تمام الفاظ کے آخر میں ہمزہ نہیں لکھیں گے، مثلاً: ابتدا، انتہا، ارتقا، التوا، ابتلا، استدعا، اولیا، انبیا، جہلا، وزرا، فقرا، حکما، غربا، املا، اخفا، ایشیا، وغیرہ صحیح ہے۔ البتہ عربی ترکیب میں ’ء‘ لکھا جائے گا۔ جیسے: عطاءاللہ، اختر النساءوغیرہ۔

الف پر ختم ہونے والے انگریزی الفاظ کے آخر میں ہمزہ لکھنا قطعی غلط ہے (کیوں کہ ہمزہ صرف عربی الفاظ کے ساتھ آتا ہے) مثلا: مارشل لا، بارایٹ لا صحیح ہے، اور مارشل لاء، بارایٹ لاء غلط ہے۔

13- الف پر ختم ہونے والے الفاظ اگر مرکبِ اضافی میں مضاف بن کر آئیں تو انھیں لکھنے کی صحیح صورت یہ ہوگی: حکمائے اسلام، بابائے اردو، ابتدائے کار، بوئے گل۔ یعنی ’ئے‘ پر ہمزہ نہیں ہوگا، کیوں کہ ’ئے‘ اضافت کی علامت ہے اور ہمزہ کی قائم مقام ہے، اس کے اوپر ایک اور ہمزہ لگانا زائد اور غیر ضروری ہے۔

14- مرکّبِ عطفی کی صورت یہ ہو گی: شعرا وادبا، فقراو مساکین، آباواجداد، وغیرہ۔

15- قانونِ امالہ: جن واحد مذکر لفظوں کے آخر میں ’ہ‘ یا ’الف‘ ہو اور ان کی جمع یائے تحتانی (ے) لگانے سے بن سکتی ہو اور ان کے فوراً بعد حرفِ عاملہ (مغیّر ہ) یعنی: تک، سے، کو، کے، کی، میں، پر وغیرہ میں سے کوئی حرف آئے تو اردو املا میں اس ’ہ‘ یا ’الف‘ کو یائے تحتانی سے بدل دیا جائے گا، مثلاً ان جملوں کو اس طرح لکھنا درست نہیں:

☆ آپ کے بارہ میں، ☆ اس افسانہ کا، ☆ تمھارے بھروسا پر، ☆ اس چوراہا تک چلے جاؤ۔

بل کہ انھیں یوں لکھنا صحیح ہوگا:

☆ آپ کے بارے میں، ☆ اس افسانے کا، ☆ تمھارے بھروسے پر، ☆ اس چوراہے تک چلے جاؤ۔

خیال رہے کہ بعض الفاظ امالہ قبول نہیں کرتے، جیسے: امریکہ، ڈھاکہ، دادا، نانا، چچا، ابا، ایشیا، والدہ، وغیرہ۔ اسی طرح زیادہ تر اسماے معرفہ بھی جوں کے توں رہیں گے، جیسے: کانگڑہ، افریقہ، ایتھوپیا، امریکہ، برما، ہمالیہ، رقیہ، جمیلہ، وغیرہ۔ بعض استثنائی صورتیں بھی ہیں، مثلاً: میں انبالے کا رہنے والا ہوں یا وہ تین دن پہلے مدینے پہنچ گیا، وغیرہ۔

16- گول ’ۃ‘ والے عربی کے متعدد لفظ حیاۃ، نجاۃ، رحمۃ، وغیرہ۔ اردو میں لمبی ’ت‘ سے رائج ہیں۔ انھیں سب لوگ بلا تکلف حیات، نجات، رحمت، وغیرہ لکھتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ایسے سب لفظ ’ت‘ ہی سے لکھے جائیں، جیسے: حیات، ممات، نجات، بابت، مسمات، تورات، زکات، وغیرہ۔

17- بعض فارسی الفاظ، اردو میں فارسی ہی کے طریقے پر اور کبھی اس سے مختلف انداز میں لکھے جاتے ہیں۔ اردو میں یکساں اصول اختیار کرتے ہوئے ایسے الفاظ کا یہ املا مناسب ہے: آئندہ، جوئندہ، نمائندہ، آزمائش، نمائش، آرائش، آسائش، وغیرہ۔ ہمزہ سے لکھے جانے والے کچھ عربی الفاظ یہ ہیں: لائق، فائق، شائع، حائل، مائل، رسائل، حقائق، مسائل، عقائد، وغیرہ۔

18- چلنے، چھوڑنے اور پار کر دینے کے معانی میں گذاردن، گذاشتن اور ان سے بننے والے لفظوں کو ’ذ‘ سے لکھا جائے گا، جیسے: گذشتہ، سرگذشت، رہ گذر، گذرگاہ، درگذر، رفت گذشت، واگذاشت، وغیرہ۔

19- ادا کرنے، پیش کرنے اور شرح کرنے کے معانی میں گزاردن مصدر اور اس سے بننے والے الفاظ ’ز‘ سے لکھے جائیں گے، جیسے: نماز گزار، تہجد گزار، خدمت گزار، شکر گزار، عرضی گزار، گزارش (اگر اسے ’گذار‘ لکھیں گے تو یہ ’گذاشتن‘ سے مشتق قرار پائے گا اور اس کے معنی ہوں گے: چھوڑنا)

20- پذیرفتن (قبول کرنا) سے پذیرائی، دل پذیر، اثر پذیر، وغیرہ صحیح ہے، نہ کہ پزیرائی، دل پزیر، اثر پزیر، وغیرہ۔

21- گزیدن (پسند کرنا، قبول کرنا) اور گزیدن (کاٹنا، ڈنک مارنا) سے بننے والے لفظ ’ز‘ سے صحیح ہیں: جاگزیں، خلوت گزیں، برگزیدہ، مردم گزیدہ، مارگزیدہ، وغیرہ۔

22- گزرنا، گزارنا اردو کے مصدر ہیں۔ ان سے بننے والے لفظ ’ز‘ سے لکھے جائیں گے، مثلاً: گزرا، گزرا ہوں، گزر جانا، گزارا (شکر خدا کہ گزارا ہو رہا ہے)، گزر بسر، گزار لینا، گزار دینا، وغیرہ۔

خیال رہے کہ اردو، ہندی اور انگریزی کے الفاظ میں ہمیشہ ’ز‘ لکھے جائیں گے۔

23- بعض الفاظ کے املا میں احتیاط ملحوظ رکھنا چاہیے، مثلاً:

غلط	صحیح	غلط	صحیح
پرواہ	پروا	موقعہ	موقع
لاپرواہی	لاپروائی	عقاید	عقائد
سینکڑوں	سیکڑوں	ادائیگی	ادائی/ اداگی
پائیدار	پائدار	استعفیٰ	استعفا
ازدھام	ازدحام	ناراضگی	ناراضی
مصرعہ	مصرع	زخار	ذخار
معہ	بمعہ	للّٰلہ	للہ

24- بعض مرکب الفاظ کے املا میں غلطی کی جاتی ہے، مثلاً: عبدالطیف اور رحمت اللعالمین غلط ہے۔ صحیح صورت یہ ہے: عبداللطیف اور رحمت للعالمین۔

25- بعض ہم آواز الفاظ کے املا کا تعیّن، ان کے معانی کے اعتبار سے ہوتا ہے، مثلاً:

☆ گلا (گردن کا اندرونی حصّہ)، گِلہ (شکایت)

☆ بیضا (سفید، روشن)، بیضہ (انڈا)

☆ نالا (ندی)، نالہ (فریاد)

☆ ذرہ (چھوٹا ٹکڑا)، ذرا (تھوڑا، قلیل)

☆ مسل (فائل، مثل)

☆ لالہ (گل لالہ)، لالا (لقب)

☆ زہرا (حضرت فاطمہ کا لقب)، زہرہ (ایک ستارہ)، زَہرہ (پِتّا، دلیری، ہمت)

☆ دانہ (بیج، دانہ گندم)، دانا (عقل مند)

☆ آسیا (چکی)، آسیہ (فرعون کی بی بی کا نام)

☆ پارہ (ٹکڑا، حصہ)، پارا (سیماب)

☆ خاصّہ (عربی، بہ معنی: طبیعت، عادت)، خاصہ: (وہ نفیس چیز جو بادشاہوں اور امرا و وزرا کے لائق ہو۔ شاہی دسترخوان کا کھانا، ایک قسم کا سفید کپڑا۔ ان سب معنوں میں آتا ہے۔)، خاصا: (بہ معنی اضافہ، جیسے اچھا خاصا)؛ خاصا: (خاصیت)

☆ سنہ (بہ معنی سال)، سن (عمر)

☆ آزر (حضرت ابراہیم کے والد، چچا)، آذر (آگ۔ آذرکدہ۔ آتش کدہ)، بتانِ آزری اور آزرِ بت تراش... صحیح ہے۔

☆ لفظ ’ہندوستان‘: عام طور پر واو کے بغیر پڑھا جاتا ہے لہٰذا اس طرح لکھا جائے تو بہتر ہے ’ہندُستان‘... البتہ کسی شعر میں حسبِ ضرورت ’وٗ‘ کے ساتھ ’ہندوستان‘ لکھا اور پڑھا جائے تو بھی درست ہوگا۔

26- بعض انگریزی الفاظ کا املا اس طرح صحیح ہوگا:

بنک، نہ کہ: بینک؛ بائبل، نہ کہ: بائیبل؛ انجنیر، نہ کہ: انجینیر وغیرہ۔

27- درست املا کے ساتھ ساتھ زبان اور اسلوب کی شائستگی کا تقاضہ ہے کہ اپنی زبان پر ہر طرح اعتماد کا اظہار کیا جائے اور ہندسوں کے استعمال میں بھی کسی احساسِ کمتری کا ثبوت نہ دیا جائے، یعنی اردو لکھتے ہوئے انگریزی ہندسوں کو فوقیت نہ دی جائے اور اپنی عبارت اور اس کے حسن کو بے جوڑ نہ کیا جائے، اس لیے اردو کتابوں، رسالوں اور عبارتوں میں ہندسے بھی اردو ہی میں لکھنا مناسب ہے، جیسے: ۷، ۱۳۶، ۶۱۵ ... نہ کہ 7، 136، 615۔

28- بعض انگریزی الفاظ، اب اردو کے الفاظ بن چکے ہیں۔ ان کی جمع اردو (نہ کہ انگریزی) قاعدے کے مطابق بنائی اور لکھی جائے گی، مثلاً: اسکول۔ اسکولوں... نہ کہ اسکولز، یونی ورسٹی/ یونی ورسٹیوں... نہ کہ یونی ورسٹیز، وائس چانسلروں نہ کہ وائس چانسلرز، کالج/ کالجوں... نہ کہ کالجز، چیلنج/ چیلنجوں... نہ کہ چیلنجز، پروگرام/ پروگراموں... نہ کہ پروگرامز، ہسپتال اور جج واحد ہیں مگر بہ خوبی اردو میں جمع کے معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

29- ’انگریزیت‘ کا جو بھوت، زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح، ہماری زبان پر بھی حملہ آور ہو رہا ہے، اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ بلا ضرورت انگریزی الفاظ کے استعمال سے گریز کیجیے۔ جہاں اردو الفاظ موجود ہوں، وہاں انگریزی الفاظ استعمال کرنا بلا جواز اور غیر شعوری ذہنی غلامی کی علامت ہے۔

30- ’برِّ صغیر‘ لکھنا ہمارے لیے معنوی اعتبار سے درست نہیں، اس کی جگہ ’برِّ عظیم‘ لکھنا مناسب ہے۔ سیّد احمد خاں، علامہ اقبال اور دوسرے قائدین کے نظریات کے مطابق یہ خطہ ایک نہیں کئی قوموں اور تہذیبوں کی آماجگاہ ہے، اس لیے، ان اکابر کے نظریات کے مطابق یہ خطہ ’برِّ عظیم‘ ہے، ’برِّ صغیر‘ نہیں۔ اس لیے منطقی، معنوی اور نظریاتی طور پر ’برِّ صغیر‘ کا لفظ استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کی جگہ ’برِّ عظیم‘ استعمال کرنا بہتر ہے۔ (آج کل تو اس خطے کے لیے ایک بہت مناسب اور با معنی لفظ ’جنوبی ایشیا‘ استعمال ہوتا ہے۔)

املا سے قطعِ نظر تحریری طور پر زبان استعمال کرتے ہوئے یہ احتیاط بھی کرنا چاہیے کہ اقتباس، تراکیب یا وہ الفاظ اور جملے، جنھیں عبارت میں نمایاں کرنا ہو، انھیں واوین کے درمیان لکھنا چاہیے۔ یہ واوین دوہرے (“ ”) ہونے چاہئیں لیکن بعض صورتوں میں اگر عبارت میں محض اشارۃً کسی لفظ یا ترکیب یا جملے کو قدرے الگ یا نمایاں کرنا ہو تو اکہرے واوین (‘ ’) کا استعمال کیا جائے۔ اقتباس چاہے بین السطور ہو یا ایک مربع کی شکل میں، اس کے آغاز و خاتمے پر واوین دوہرے یا اکہرے، جہاں جو ضروری ہو، استعمال کرنا چاہیے۔

تصانیف یا مآخذ کے عنوان مناسب ہے کہ نسخ میں لکھے جائیں جو عربی رسمِ خط ہے اور نستعلیق یا اردو و فارسی سے الگ پہچانا جا سکتا ہے۔ رومن رسمِ خط میں تو یہ سہولت موجود ہے کہ تصانیف یا مآخذ کو اطالوی طرز سے ترچھا لکھا اور نمایاں کیا جا سکتا ہے۔ اردو میں کمپیوٹر کے نظام یا پروگرام MSWord میں تو ایسا کیا جا سکتا ہے لیکن

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

دوسری اور آخری قسط

سوانحی لُغات اور اہلِ قلم کی درست تاریخ ہائے پیدائش و وفات

رؤف پاریکھ

☆ مشاہیر کے ناموں کا عدم شمول

بہر حال، گذشتہ دنوں اپنے اس پرانے پلندے کو اٹھایا اور جگرِ لخت لخت پر نظر ڈالی تو اندازہ ہوا کہ بعض اہلِ قلم ایسے ہیں جن کی تاریخِ پیدائش یا وفات میں یا اِبہام ہے یا غلط تاریخ نقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔ بعض صورتوں میں کوئی تاریخ دست یاب ہی نہیں ہوتی، مثلاً فتح محمد جالندھری جیسے معروف قواعد نویس اور مترجمِ قرآن کی درست تاریخِ پیدائش معلوم نہ ہوسکی۔ نہ ان کی تاریخِ وفات ہی کا علم ہوسکا۔ راقم کے استفسار کے جواب میں چند دوستوں نے اسے ازخود سماجی ذرائع ابلاغ پر مشتہر کردیا اور جواباً جو تاریخیں 'منکشف' کی گئیں وہ غلط اور حوالوں سے بے نیاز تھیں (سماجی ذرائع ابلاغ کا تا اور لے دوڑی کی بدترین مثال ہیں)۔ البتہ محمد احسن خاں صاحب (لاہور) نے اطلاع دی کہ فتح محمد جالندھری کا انتقال ۱۹۲۹ء میں غالباً اگست میں ہوا ہے اور اس زمانے کے ادبی رسالوں میں ممکن ہے کہ ان کی وفیات مل جائے۔ لیکن افسوس کہ وفیاتِ معارف (مرتبہ سہیل شفیق) میں بھی جالندھری صاحب کا ذکر نہیں ہے، گویا 'معارف' جیسے رسالے میں بھی جالندھری صاحب کی وفات کی خبر یا اس پر تعزیتی شذرہ شائع نہیں ہوا۔ بعض دیگر اہم شخصیات کے بارے میں بھی تاریخوں کا ذکر کہیں نہیں ملتا، مثلاً ہلال احمد زبیری (پ: ۱۹۰۳ء۔ و: ۱۴؍فروری ۱۹۹۷ء) جیسے معروف مترجم کا ذکر بھی وفیات کی کتابوں سے غائب ہے۔

☆ تاریخوں میں اغلاط

اسی طرح محمد عبداللہ خاں خویشگی، مولفِ 'فرہنگِ عامرہ' کی آخری آرام گاہ پر نصب کتبے میں ان کی تاریخِ وفات اس تاریخ سے مختلف ہے جو پروفیسر محمد اسلم صاحب نے لکھی ہے، خدا جانے کمپوزر کی لاپروائی ہے یا پروفیسر صاحب سے سہو ہوا۔ خویشگی صاحب کے فرزند جناب ہدایت اللہ سے ایک اتفاقی ملاقات میں یہ ذکر آیا تو انھوں نے اپنے والد کی قبر کے کتبے کا جو عکس راقم کو دیا اس سے تاریخ کی درستی ممکن ہوئی (وہ عکس یہاں پیش ہے)۔ اسی طرح بعض اہلِ قلم کی غلط تاریخیں بوجوہ مشہور ہوگئی ہیں اور ہر جگہ یہاں تک کہ تحقیقی مقالات میں بھی انھیں بلا تحقیق درج کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے کچھ کی تصحیح ماشاء اللہ محمد منیر احمد سلیچ صاحب نے کردی ہے، مثلاً ابنِ انشاء، ابنِ صفی اور بعض دیگر اہلِ قلم کی غلط تاریخیں مشہور ہیں لیکن سلیچ صاحب نے پٹی پٹائی راہ پر چلنے کے بجائے تحقیق کر کے درست تاریخیں لکھی ہیں۔ اس لیے ان کو یہاں دہرایا نہیں جا رہا۔ لیکن محققین بالخصوص نو جوان لکھنے والوں سے گزارش ہے کہ سلیچ صاحب کی کتابوں سے استفادہ کریں۔ البتہ کچھ تسامحات کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے جو مختلف کتابوں میں موجود ہیں۔ کسی پر تنقید مقصود نہیں ہے اور احباب نے اس موضوع پر جو عمدہ کام کیے ہیں ان کے لیے ہم ان کے معترف بھی ہیں اور ممنون بھی۔ لیکن ریکارڈ کی درستی بھی ضروری ہے اس لیے صرف دو مثالیں پیش ہیں:

جمیل جالبی (اصل نام: محمد جمیل خاں) کی تاریخِ پیدائش عام طور پر یکم جولائی ۱۹۲۹ء لکھی جاتی ہے۔ 'ارمغان' (کراچی) کے جمیل جالبی نمبر میں یہی تاریخ درج ہے اور جاے پیدائش سہارن پور لکھا گیا ہے[۲۵]۔ البتہ ان کے صاحب زادے خاور جمیل کی مرتبہ کتاب 'ڈاکٹر جمیل جالبی' میں یہی تاریخ لکھ کر وضاحت کی گئی ہے کہ اسناد میں یہ تاریخ درج ہے[۲۶]۔ اکادمی ادبیات کی 'اہلِ قلم ڈائرکٹری ۲۰۱۰ء' میں بھی یہی تاریخ لکھی ہے (ص ۸۷)۔ لیکن جالبی صاحب کی یہ تاریخِ پیدائش درست نہیں۔ عبدالعزیز ساحر کی تحقیق ہے کہ جالبی صاحب ۱۲؍جون ۱۹۲۹ء کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے[۲۷]۔

خدیجہ مستور کی تاریخِ پیدائش اُس کتاب میں بھی نہیں دی گئی جو اکادمی ادبیات پاکستان نے پاکستانی ادب کے معمار: فن اور شخصیت کی سیریز میں لکھوائی ہے۔ اس میں مصنفہ نے سرسری طور پر صرف ان کا سالِ پیدائش بغیر کسی حوالے کے درج کیا ہے[۲۸]۔ حالاں کہ خدیجہ مستور کی بہن ہاجرہ مسرور نے اپنے مضمون مشمولہ 'نقوش' میں خدیجہ مستور کی تاریخِ پیدائش درج کی ہے جو ۱۲؍ستمبر ۱۹۲۷ء ہے[۲۹] اور یہی درست مانی جانی چاہیے۔

لیکن اس طرح کے مسائل تو بہت ہیں اور ان کے لیے ایک الگ مضمون درکار ہے۔

حواشی:

۱۔ علمِ اسماء الرجال اور احادیث حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روایت و درایت کے ضمن میں محققین کے بارے میں تفصیلات کے لیے ملاحظہ کیجیے: اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جلد۲ (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء)، ص ۴۲۸-۷۱۹ (اشاعتِ ثانی)۔

۲۔ عارف نوشاہی کا یہ مقالہ مالک رام کی کتاب کے اُس نئے ایڈیشن میں شامل ہے جس میں چاروں جلدوں کو یک جا شائع کیا گیا ہے۔ دیکھیے: تذکرۂ معاصرین (راول پنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ص ۳۲-۱۳۔

۳۔ چارلس ایڈورڈ بک لینڈ (Charles Edward Buckland) (۱۸۴۷-۱۹۴۱ء) کی کتاب Dictionary of Indian Biography پہلی بار ۱۹۰۶ء میں لندن سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے متعدد ایڈیشن نکلے اور سنگِ میل (لاہور) نے ۱۹۸۵ء میں اس کا ایک عکسی ایڈیشن شائع کیا۔ ہمارے پیشِ نظر یہی لاہور کا ایڈیشن ہے۔

۴۔ https://www.oxforddnb.com/ (رجوع کردہ ۲۲؍جون ۲۰۲۴ء)۔

۵۔ پال ہاروے (Paul Harvey) (مرتب و مدیر)، The Oxford Companion to English Literature، (لندن: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۵۳ء) (تیسرا ایڈیشن)۔

۶۔ جیمز ڈی ہارٹ (Jamed D. Hart)، The Oxford Companion to American Literature (نیویارک: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۵۶ء) (تیسرا ایڈیشن)۔

۷۔ محمد علی حیدر علوی کاکوروی، مشاہیرِ کاکوروی (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۹ء)، (اشاعتِ اول ۱۹۲۷ء)۔

۸۔ ملاحظہ کیجیے: نظامی بدایونی، قاموس المشاہیر، دو جلدیں، (بدایوں: نظامی پریس، پہلی جلد ۱۹۲۴ء، دوسری جلد ۱۹۲۶ء)۔

۹۔ سی ای بک لینڈ (C.E.Buckland) کے مطابق طامس ولیم بیل شمال مغربی سرحدی صوبے (NWF) میں کلرک تھے لیکن عالم فاضل شخص تھے۔ بیل نے معروف تاریخ نویس سرایچ ایم ایلیٹ (Sir H. M.Elliot) کو اُن کی اُس کتاب کی تصنیف میں بہت مدد دی تھی جو مسلمانانِ برعظیم پاک و ہند پر تھی۔ بیل کا انتقال خاصی ضعیف العمری میں آگرہ میں ۱۸۷۵ء میں ہوا (ص ۳۱)۔ طامس ولیم بیل کی کتاب مفتاح التواریخ (فارسی) کا ایک ایڈیشن لکھنؤ سے نول کشور نے ۱۸۶۸ء میں شائع کیا تھا۔

۱۰۔ تنقیدِ قاموس المشاہیر از سید احمد اللہ قادری کی پہلی جلد ۱۹۳۴ء حیدرآباد دکن، سے شائع ہوئی جس کے سینتالیس (۴۷) صفحات ہیں۔ دوسری جلد صفحہ اڑتالیس (۴۸) سے شروع ہوتی ہے اور صفحہ ایک سو آٹھ (۱۰۸) پر ختم ہوتی ہے (انگریزی میں لکھے اور شامل کیے گئے چند صفحات اس کے علاوہ ہیں)۔ پہلے ایڈیشن کی لوح کے مطابق یہ پہلے عالم گیر (لاہور، ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء) اور زمانہ (کان پور، ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۴ء) میں بالاقساط شائع ہوئی۔

۱۱۔ دیکھیے: قاموس المشاہیر کا نیا ایڈیشن الموسوم بہ مشاہیرِ مشرق (نظرِ ثانی افضل حق قرشی)، (لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۹ء)۔

۱۲۔ قاموس المشاہیر، (دو جلدیں)، (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل لائبریری، ۲۰۰۴ء)۔

۱۳۔ ماخذات: احوالِ شعرا و مشاہیر، مرتبہ سرفراز علی رضوی (تین جلدیں)، (کراچی: انجمن ترقی اردو، پہلی جلد ۱۹۷۸ء، دوسری جلد ۱۹۸۱ء، تیسری جلد ۱۹۸۷ء)۔

۱۴۔ انٹرنیشنل انسائیکلو پیڈیا آف انڈین لٹریچر، ساتویں جلد: اردو (International Encyclopaedia of Indian Literature, vol vii: Urdu (edited by Ganga Ram Garg)، (دہلی: متل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء)۔

۱۵۔ (دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۹۱ء)۔

۱۶۔ مالک رام کی کتاب تذکرۂ ماہ و سال پر گیان چند کے اعتراضات اور تصحیحات کے لیے: سہ ماہی 'اردو' (کراچی)، انجمن ترقیِ اردو (جلد ۶۸، شمارہ ۴، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۲ء)، ص ۶۱-۳۳۔

۱۷۔ (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۶ء)۔

۱۸۔ (رام پور: ناشر مصنف، ۲۰۰۰ء)۔

۱۹۔ سنجیدہ خاتون نے یہ کام حنیف نقوی کی نگرانی میں کیا تھا اور پہلی بار ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا تھا، دیکھیے: بیسویں صدی کے اردو مصنّفین (دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۰۸ء) (اضافہ شدہ ایڈیشن)۔

۲۰۔ (دہلی: گلوبل ویژن پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۷ء)۔

۲۱۔ تفصیلات کے لیے: رؤف پاریکھ، علمِ لغت، اصولِ لغت اور لغات (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء) ص ۱۶۲-۱۵۸۔

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

اردو دُنیا

اُردو ایکشن کمیٹی بہار کے ایک وفد کی گورنر سے ملاقات

اردو کے مختلف مسائل کے حل کا مطالبہ

پٹنہ(26 ستمبر)۔ گورنر راجندر وشوناتھ آرلیکر نے اردو ایکشن کمیٹی بہار کے ایک نمائندہ وفد کو یقین دلایا کہ بہار میں اردو کے جن مسائل کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے اُن پر سنجیدگی سے غور کیا جائے گا اور انھیں جلد حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اردو ایکشن کمیٹی بہار کے ایک نمائندہ وفد نے آج راج بھون میں کمیٹی کے صدر اور کثیر الاشاعت اخبار ’قومی تنظیم‘ کے مدیرِ اعلا ایس ایم اشرف فرید کی قیادت میں ملاقات کی اور اردو کے مسائل کے سلسلے میں انھیں ایک عرض داشت پیش کی۔ وفد میں اردو ایکشن کمیٹی کے نائب صدر ڈاکٹر ریحان غنی، جنرل سکریٹری ڈاکٹر اشرف النبی قیصر، سکریٹری ڈاکٹر انوار الہدیٰ اور رکن مجلسِ عاملہ ڈاکٹر ثریا جبیں شامل تھیں۔ گورنر نے وفد کی باتیں غور سے سنیں اور یقین دلایا کہ عرض داشت میں جن مسائل کا ذکر کیا گیا ہے انھیں وہ دیکھیں گے اور انھیں حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ عرض داشت میں اردو ایکشن کمیٹی بہار نے ریاست کے سرکاری اسکولوں میں اردو کی لازمیت بحال کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ عرض داشت میں کہا گیا کہ ریاستی حکومت نے ہر چند کہ ریاست میں اردو کی ترقی اور فروغ کے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن بہت سے ایسے بنیادی کام ہیں جو عرصے سے التوا میں پڑے ہوئے ہیں جن میں اسکولوں میں اردو کی لازمیت بحال کرنے کا معاملہ بھی ہے۔ عرض داشت میں کہا گیا ہے کہ حکومتِ بہار کے محکمۂ تعلیم نے 15 مئی 2020 کو ایک نوٹی فکیشن جاری کیا جس میں سکنڈری اسکولوں میں اساتذہ کو مامور کیے جانے کا ایک معیار بنایا گیا۔ اس کے تحت اب اسکولوں میں چھے اساتذہ اور ایک ہیڈ ماسٹر ہوں گے، لیکن اس میں مادری زبان کا کوئی ذکر نہیں ہے جب کہ بہار اسکول اکزامنیشن بورڈ کے دسویں کلاس میں اب تک مادری زبان ایک لازمی مضمون کے طور پر تھی جس کے اندر ہندی، اردو، بنگلہ اور میتھلی شامل تھیں اور ایک مضمون دوسری زبان کا ہونا تھا۔ ایسے طالبِ علم جنھوں نے مادری زبان میں ہندی نہیں لی اُنھیں دوسری زبان میں ہندی لینا لازمی تھا۔ باقی طالبِ علم سنسکرت، عربی، فارسی اور بھوجپوری میں سے کوئی ایک دوسری زبان کو اپنا مضمون بنا سکتے تھے، یعنی ہندی پڑھنا پہلے بھی لازمی تھا لیکن اس کا طریقہ الگ تھا۔ عرض داشت میں کہا گیا ہے کہ یہاں معاملہ ہندی کو لازم کرنے کا نہیں ہے۔ دراصل معاملہ پورے نوٹی فکیشن میں اردو کا ذکر نہ ہونا ہے جب کہ اردو ریاست کی دوسری سرکاری زبان ہے، اس لیے عرض داشت میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ نوٹی فکیشن میں ترمیم کرکے سرکاری اسکولوں میں اردو کی لازمیت بحال کی جائے۔ اس کے علاوہ عرض داشت میں گذشتہ تقریباً چھے برسوں سے تعطل کی شکار بہار اردو اکادمی اور اردو ڈائرکٹوریٹ کے ماتحت اردو مشاورتی کمیٹی کی جلد سے جلد تشکیل کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔ عرض داشت میں یہ بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ پرائمری سے یونی ورسٹی کی سطح تک اردو تعلیم کو یقینی بنایا جائے، سرکاری منصوبوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے والے بینر اور ہورڈنگس اردو میں بھی لگائی جائیں، ضلع اور اسٹیٹ گزٹ اردو میں بھی شائع کیے جائیں، سبھی سرکاری نوٹی فکیشن، سرکلر اور حکم نامے اردو میں بھی جاری کیے جائیں، اردو مشاورتی کمیٹی کو آئینی درجہ دیا جائے، محکمۂ اطلاعات اور تعلقاتِ عامہ کے ذریعے ہندی کی طرح اردو اخبارات کو اردو رسمِ خط میں اشتہارات جاری کیے جائیں، اردو سیکھنے والے سرکاری افسروں اور ملازمین کو اضافی انکریمنٹ دیا جائے۔ آخر میں گورنر نے وفد کے اراکین کو وقتاً فوقتاً ملاقات کرنے اور اردو کے سلسلے میں مسائل سے واقف کرانے کا بھی مشورہ دیا۔ گورنر کی توجہ جب خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری میں ڈائرکٹر کی تقرری میں تاخیر کی طرف مبذول کرائی گئی تو انھوں نے کہا کہ اس سلسلے میں کارروائی ہو رہی ہے اور عالمی شہرت یافتہ اس لائبریری کو جلد ہی ڈائرکٹر مل جائے گا۔ (قومی تنظیم۔پٹنہ)

ضلع ایجوکیشن افسر پٹنہ سے اسکولوں میں اردو اخبار بھی فراہم کرنے کا مطالبہ

مسوڑھی، بہار(25 ستمبر)۔ ضلع ایجوکیشن افسر پٹنہ کے ذریعے پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں کے پرنسپل، انچارج کو ہدایت دی گئی ہے کہ ایک ہندی یا انگریزی کے اخبار خریدیں۔ اخبار سے طلبہ روزمرہ کے موجودہ واقعات سے واقف ہوں گے اور اس سے ان کے تعلیمی معیار میں بھی بہتری آئے گی۔ سابق مکھیا و صدر پٹنہ ضلع مکھیا مہا سنگھ نسیم الدین ملک نے ضلع ایجوکیشن افسر پٹنہ کے اس پہل کی تعریف کی اور خوشی کا اظہار کیا ہے لیکن انھیں اس بات کا افسوس ہے کہ اس میں اردو اخبار کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا جب کہ ضلع میں اردو پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں کی تعداد سیکڑوں میں ہے اور اردو زبان ریاستِ بہار کی دوسری سرکاری زبان ہے۔ بہت سے غیر اردو داں بھی اردو سیکھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ انھوں نے اس سلسلے میں ایک درخواست ضلع ایجوکیشن افسر پٹنہ کے نام لکھی ہے جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ ضلع کے تمام سرکاری پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں میں ہندی/ انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو اخبار بھی خریدنے کو یقینی بنایا جائے جس سے اردو زبان پڑھنے اور سیکھنے والے بھی فخر محسوس کر سکیں۔ (قومی تنظیم۔پٹنہ)

منظور وقار کے ہاتھوں حمید عکسی کی کتاب کا اجرا

گلبرگہ(13 اکتوبر، پریس ریلیز)۔ حمید عکسی کی شاعری ابہام تجرید اور پیچیدہ علامتوں سے پاک ہے، ان کا انداز سیدھا سادہ اور دل کش ہے۔ اس خیال کا اظہار گلبرگہ کے معروف طنز و ظرافت نگار و خاکہ نویس جناب منظور وقار نے کیا۔ انھوں نے ورنگل (تلنگانہ) کے مشہور شاعر و مصور جناب حمید عکسی کی تازہ ترین شعری کتاب ’عکسِ حیات‘ کی رسمِ اجرا انجام دی اور تقریب کی صدارت بھی کی۔ تقریبِ رسم اجرا 12 اکتوبر کی 6 بجے شام مجیب علی خان میوزیم کلچرل فورم گلبرگہ کے زیرِ اہتمام منعقد کی گئی تھی۔ جناب منظور وقار نے کہا حمید عکسی کی کتاب ’عکسِ حیات‘ میں غزلیں موضوعاتی منظومات قومی قائدین اور علمی، ادبی اور فلمی شخصیات پر کہی گئی نظمیں شامل ہیں جو متاثر کن ہیں۔

ڈاکٹر سیّد چندا حسینی اکبر نے کہا کہ کتاب ’عکسِ حیات‘ حمید عکسی کی قادرالکلامی کا آئینہ ہے۔ جناب مجیب علی خان نے کہا حمید عکسی نے بے حد سادگی، پُرکاری اور مہارت کے ساتھ شاعری کی ہے جس میں وہ کامیاب ہیں۔ جناب وسیم عارف نے کہا حمید عکسی کی شاعری عام انسانی زندگی کی ایک سچی تصویر ہے۔ اس موقعے پر ڈاکٹر غضنفر اقبال نے کہا کہ حمید عکسی کی غزلیہ شاعری اور توصیفی نظمیں قابلِ توجہ ہیں۔ انھوں نے مزید کہا حمید عکسی کا کلام دل پذیر اور معنی خیز ہے۔ تقریبِ رسمِ اجرا میں جناب مبارک تماپوری اور فرقان دانیال کے علاوہ دیگر احباب موجود تھے۔

اردو میڈیم گرلز اسکول کی عمارت کی تعمیر کا مطالبہ

رکنِ اسمبلی پی راما راؤ پٹیل سے نمائندگی

مدہول(30 ستمبر)۔ مدہول گرلز اسکول اردو میڈیم کی تعمیرِ نو کے لیے قدیم عمارت منہدم کردی گئی تا کہ نئی عمارت تعمیر کی جا سکے لیکن ایک سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی ابھی تک سنگِ بنیاد نہیں رکھا گیا جس کو لے کر طلبہ کے سرپرستوں میں بے چینی کی کیفیت پائی جا رہی ہے۔ ایک نوجوان عبدالرؤف نے ایم ایل اے مدہول پی راما راؤ پٹیل سے ملاقات کرتے ہوئے اردو میڈیم اسکول کے حالات سے آگاہ کیا جس پر رکنِ اسمبلی مدہول نے اسکول کا دورہ کیا اور حالات سے واقفیت حاصل کی اور اردو میڈیم اسکول کی تعمیر کے لیے نمائندگی کرتے ہوئے تعمیر کو جلد از جلد مکمل کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ عبدالرؤف نے راما راؤ پٹیل کو بتایا کہ یہ گرلز اسکول ہے جس میں لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں، باؤنڈری وال اور کلاس رومس نہ ہونے سے لڑکیوں کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ عبدالرؤف قریشی نے مزید بتایا کہ مدہول سرکاری دواخانے کا بھی سنگِ بنیاد رکھا گیا تھا لیکن وہ بھی زیرِ التوا ہے۔ مسلم شادی خانے کی تعمیر کے لیے محترم قاضی انعام الحق مرحوم نے لاکھوں کی اراضی دس سال قبل دی تھی تا کہ اس سے مسلمان مستفید ہو سکیں اور غریب لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی آسانی سے ہو سکے لیکن اس کی تعمیر مکمل نہیں کی گئی۔ (سیاست۔حیدرآباد)

راجستھان کے ایک گاؤں میں اردو کے ذریعے ملازمت کی ضمانت

غیر مسلم طلبہ بھی اردو میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں

حیدرآباد(3 اکتوبر)۔ راجستھان میں سرکاری ملازمت کے لیے انگلش سے زیادہ اردو کارآمد ثابت ہوئی ہے۔ ٹونک ضلع کے ایک گاؤں میں ہر نوجوان اردو سیکھنے کی دوڑ میں ہے تا کہ سرکاری امتحان کی تیاری کرتے ہوئے ٹیچر کی ملازمت حاصل کر سکے۔ 2022 میں اردو تعلیم حاصل کرنے کے جذبے میں اضافہ دیکھا گیا اور کلپنا مینا نامی طالبہ نے جس کی عمر 20 سال ہے، بارہویں کلاس کا امتحان 100 نمبرات کے ساتھ اردو میں کامیاب کیا۔ اگرچہ انھوں نے صد فیصد نمبرات کے ساتھ کامیابی حاصل کی لیکن اس طرح کے کئی اور امیدوار بھی ہیں جنھوں نے صد فیصد نمبرات کے ذریعے کامیابی حاصل کی۔ دارالحکومت جے پور سے 85 کلومیٹر کے فاصلے پر موجود سدرا گاؤں کے 100 سے زائد اردو ٹیچرس اور پروفیسرس راجستھان کے مختلف علاقوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ہر سال اس گاؤں میں بڑی تعداد میں اردو اساتذہ تیار ہوتے ہیں۔ گاؤں والے اردو میں آپس میں بات چیت کرتے ہیں اور اپنے بچوں کو اردو کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اردو تعلیم کے حصول کے ذریعے سرکاری ملازمت کے امکانات زیادہ ہیں۔ سابق میں اردو اساتذہ کی اسامیاں ایس سی طبقے کے لیے محفوظ کیے جانے کے سبب کئی اسامیاں خالی تھیں لیکن اب سدرا گاؤں کے عوام نے اس کمی کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس گاؤں سے 6000 سے زائد افراد نے اردو تعلیم حاصل کرتے ہوئے سرکاری ملازمت حاصل کی ہے۔ راجستھان میں سدرا کو اردو گاؤں بھی کہا جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اطراف کے مواضعات کے اسکولوں میں بھی اردو تعلیم کا آغاز کیا گیا ہے۔ اردو میں ملازمت کے امکانات کو دیکھتے ہوئے غیر اردو داں خاندان بھی اپنے بچوں کو اردو کی تعلیم دے رہے ہیں جس کی مثال کلپنا ہے جس نے اردو میں 100 نمبرات حاصل کیے۔ کلپنا فی الوقت اردو میں بیچلرس کی تعلیم حاصل کر رہی ہے اور اسکے اردو ٹیچر کے طور پر تقرر کے امکانات روشن ہیں۔ کلپنا کے والد رام پھول مینا نے اپنی دختر کی اردو تعلیم پر خوشی کا اظہار کیا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم سے ہی دختر کو اردو میں تعلیم دی کیوں کہ ان کا ماننا ہے کہ اردو میں تعلیم سے کئی گاؤں والوں کو روزگار حاصل ہوا ہے۔ سدرا کے اسکول میں موجود 460 طلبہ میں 300 اردو میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان میں سے 160 چھٹی یا دسویں جماعت اور 92 گیارہویں اور بارہویں جماعت کے طالبِ علم ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ اردو کلاسز کے لکچررس گنگا دھر مینا اور سوپال چودھری ہیں۔ (سیاست۔حیدرآباد)

یونی ورسٹیوں میں گیسٹ فیکلٹی استحصال اور اسیری کی زندگی گزارنے پر مجبور

اعلا تعلیمی اداروں میں اردو، عربی اور فارسی کی زبوں حالی کے لیے ان زبانوں کے پروفیسر حضرات کی کوتاہ بینی پر روزنامہ 'انقلاب' کی رپورٹ کے بعد تعلیم و تدریس کے شعبے سے وابستہ افراد میں شدید بے چینی، عربی کے مواقع میں اضافے کے باوجود کئی یونی ورسٹیوں میں شعبہ بند ہونے کے دہانے پر

نئی دہلی (17 ستمبر)۔ یونی ورسٹیوں میں اردو، عربی اور فارسی کی زبوں حالی کے لیے ان زبانوں کے پروفیسر حضرات کی کوتاہ بینی پر روزنامہ 'انقلاب' میں شائع رپورٹ سے نہ صرف تعلیم و تدریس سے وابستہ لوگوں میں شدید بے چینی پیدا ہوئی بلکہ مزید اسکالرز سامنے آرہے ہیں جنھوں نے ان زبانوں کے مستقل پروفیسر پر گیسٹ فیکلٹی کے استحصال، ان کی ماتحتی اور اسیری کی زندگی جیسے سنگین الزامات عائد کیے ہیں۔ کئی اسکالروں نے نمائندہ 'انقلاب' کو بتایا کہ پروفیسر گیسٹ فیکلٹی کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کرتے ہیں اور گیسٹ فیکلٹی بھی ان تمام زیادتیوں کو محض اس لیے برداشت کرتے ہیں تا کہ ان کے کیریر کو کوئی نقصان نہ پہنچے کیوں کہ عام طور پر یہی پروفیسر حضرات ماہرین کے طور پر انٹرویو کے لیے متعین ہوتے ہیں۔

متعدد اسکالروں نے اپنا کیریر تباہ ہونے کے خدشے کے پیشِ نظر نام شائع نہ کرنے کی درخواست پر بتایا کہ خلیجی ممالک سے میڈیکل ٹورزم کی وجہ سے جدید عربی زبان میں ملازمت کے مواقع میں زبردست اضافہ ہوا ہے اور دہلی و این سی آر کے ملٹی اسپیشلٹی اسپتالوں میں اس وقت ساڑھے چار سو سے زائد عربی کے مترجم برسرِ کار ہیں۔ خلیجی ممالک اور مصر و عراق سے بڑی تعداد میں مختلف قسم کی سرجری کے لیے لوگ یہاں کا رخ کرتے ہیں۔

دوسری طرف کئی یونی ورسٹیوں میں عربی کے شعبے بند ہونے کے دہانے پر ہیں جن میں پنجابی یونی ورسٹی، ایم ایس یونی ورسٹی بڑودہ وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں عربی شعبہ ہونے کے باوجود کوئی عربی کا استاذ نہیں۔ بار بار تقرری کے عمل کے باوجود انٹرویو نہیں کیا جاتا اور اگر انٹرویو ہو بھی جائے تو پروفیسر حضرات اپنے امیدوار کی تقرری کی شکل پیدا ہوتی نہ دیکھ کر پورے عمل کو یہ کہہ کر منسوخ کر دیتے ہیں کہ مناسب امیدوار موجود نہیں۔ اس کی وجہ سے سالوں سال تقرری نہیں ہو پاتی۔ نمائندہ کو بتایا گیا کہ دہلی یونی ورسٹی کے شعبۂ عربی میں چار سیٹیں خالی ہیں اور وائس چانسلر کے ذریعے سبھی اسامیوں پر تقرری کی ہدایت کے باوجود تاریخ میں توسیع کی جا رہی ہے۔ اسی طرح پورنیہ، چمپارن، ہریانہ، کشمیر اور دیگر کئی ریاستوں میں نئی یونی ورسٹیاں کانگریس کے دورِ اقتدار میں قائم ہوئیں، وہاں غیر ملکی زبان کے شعبے قائم ہوئے، کئی میں اردو کے بھی شعبے بنے، لیکن فارسی اور عربی کا شعبہ نہیں کھولا جا سکا کیوں کہ اس سلسلے میں کوئی کوشش نہیں ہوئی۔ اسی طرح آئی سی سی آر کے عربی رسالے کی اشاعت پچھلے کئی برسوں سے موقوف ہے۔ بہار میں رواں سال اسکولی سطح پر 70 عربی اساتذہ بحال ہوئے ہیں، لیکن انھیں نئے چیلنجز کا سامنا ہے۔ اسکالرز نے سوال کیا کہ عربی، فارسی اور اردو کو یکساں مواقع حاصل ہیں تو عربی و فارسی کی سیٹیں کہاں گم ہو رہی ہیں۔

اسکالروں نے عربی کی ترویج و تشہیر اور روزگار کے مواقع کے لیے تشکیل دی گئی آل انڈیا ایسوسی ایشن آف عربی ٹیچرس اینڈ اسکالرز کی بے حسی پر بھی سخت برہمی ظاہر کی اور ان کی سرگرمیوں کو سعودی و دیگر خلیجی ممالک کے قومی دن پر منعقد عشائیہ میں شرکت تک محدود قرار دیا۔ یہ بھی الزام عائد کیا گیا کہ بسا اوقات پروفیسرز باصلاحیت امیدواروں سے خائف ہو کر ان کی تقرریوں میں کئی طرح کی رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں جس کا نقصان پورے شعبے کو اٹھانا پڑتا ہے۔ (انقلاب۔دہلی)

عصری تقاضوں اور ترجیحات سے ہم آہنگ ہو کر ہی ہم ترقی کی منزلیں طے کر سکتے ہیں: ڈاکٹر شمس اقبال

'اردو ذریعۂ تعلیم اور موجودہ تکنیکی منظر نامہ این ای پی 2020 کے تناظر میں' کے عنوان سے یک روزہ سمینار کا انعقاد

نئی دہلی/ بھوپال (پریس ریلیز، 5 اکتوبر)۔ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی اور ریجنل سینٹر مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی بھوپال کے اشتراک سے مانو ریجنل سینٹر بھوپال کیمپس میں 'اردو ذریعۂ تعلیم اور موجودہ تکنیکی منظر نامہ این ای پی 2020 کے تناظر میں' کے عنوان سے یک روزہ سمینار کا انعقاد کیا گیا۔ افتتاحی اجلاس میں خیر مقدمی کلمات پیش کرتے ہوئے این سی پی یو ایل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر شمس اقبال نے کہا کہ یہ کثیر لسانیت کا دور ہے۔ ہمیں اردو کے ساتھ دیگر زبانوں سے بھی استفادہ کرنا چاہیے اور ان میں اپنی استعداد بہم پہنچانی چاہیے تبھی ہم کامیاب ہوں گے۔ انھوں نے مزید کہا کہ اس سائنسی اور تکنیکی عہد میں ٹکنالوجی ترقی کی کلید ہے، عصری تقاضوں اور ترجیحات سے ہم آہنگ ہو کر ہی ہم ترقی کے منازل طے کر سکتے ہیں ٹیکنالوجی کی وجہ سے زبانوں کو نئی قوت اور وسعت نصیب ہوئی ہے اور امکانات کے نئے دروازے کھلے ہیں۔ ڈاکٹر محمد احسن ریجنل (ڈائرکٹر مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی بھوپال کیمپس) نے تعارفی کلمات میں کہا کہ ہمیں اردو ذریعۂ تعلیم میں معیار پر توجہ دینی ہوگی۔ پروفیسر ایس کے اشتیاق احمد (رجسٹرار مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی حیدرآباد) اس اجلاس میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے آن لائن شامل ہوئے۔ انھوں نے اپنے خطاب میں تفصیل سے این ای پی 2020 کے نفاذ اور اس کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی، اس موقعے پر کلیدی خطبہ پروفیسر اے آر فتیحی (سابق چیئرمین شعبۂ لسانیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ آج تکنیک کی کارفرمائی زندگی کے ہر شعبے میں ہے۔ ایک بٹن دبانے سے بہت سے امور انجام پا جاتے ہیں۔ اس تکنیک نے بہت سی آسانیاں فراہم کی ہیں لیکن اس سے کچھ نقصانات بھی ہوئے ہیں۔ ہم ان پر پوری طرح منحصر ہوتے جا رہے ہیں۔ اب ہم اپنی ذہانت و صلاحیت کا کم استعمال کر رہے ہیں۔ جن اداروں میں بنیادی سہولیات دستیاب نہیں ہیں وہاں تکنیکی ترقی کا خواب کیسے دیکھا جائے لیکن اس سے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اے آر فتیحی نے سی بی ٹی اور ٹکنالوجی کی اصطلاحات اور دیگر تکنیکی تدریسی مواد کو تفصیل سے بیان کیا۔ ڈاکٹر اقبال مسعود (سابق ڈپٹی سکریٹری اردو اکادمی، بھوپال) نے اس اجلاس کی نظامت کی جب کہ اظہارِ تشکر قومی کونسل کی اسسٹنٹ ڈائرکٹر (اکیڈمک) ڈاکٹر شمع کوثر یزدانی نے کی۔ چائے کے وقفے کے بعد پہلا تکنیکی سیشن ہوا جس کی صدارت پروفیسر نعمان خان اور ڈاکٹر اقبال مسعود نے کی۔ اس سیشن میں ڈاکٹر تلمیذ فاطمہ، جناب محمد سادات خان، ڈاکٹر ذکی ممتاز، ڈاکٹر فیروز عالم اور ڈاکٹر بھانو پرتاپ پریتم نے مقالات پڑھے جب کہ نظامت ڈاکٹر نیتی دتا نے کی اور شکریے کی رسم ڈاکٹر توقیر راہی نے ادا کی۔ ظہرانے کے بعد دوسرا تکنیکی اجلاس ہوا جس کی صدارت پروفیسر نوشاد حسین پرنسپل سی.ای.ٹی. بھوپال نے کی۔ اس سیشن میں ڈاکٹر اندرجیت دتا، ڈاکٹر ترنم خان، ڈاکٹر محمد حسن، ڈاکٹر شیخ عرفان جمیل اور ڈاکٹر شبیر احمد نے مقالات پڑھے جب کہ نظامت کے فرائض ڈاکٹر پروینی پنڈاگلے نے انجام دیے۔ اس اجلاس کا اختتام جناب محمد سادات خان کے اظہارِ تشکر پر ہوا۔

انجمن ترقی اردو لاتیہار کی تشکیل

لاتیہار (پریس ریلیز، 6 اکتوبر)۔ انجمن ترقی اردو لاتیہار کی ضلعی کانفرنس شمس الہدیٰ کی صدارت اور ڈاکٹر یاسین انصاری (انچارج پلاموکمشنری) کی نگرانی میں منعقد کی گئی۔ ڈالٹن گنج کے ڈاکٹر امین رہبر بھی موقعے پر موجود تھے۔

ریاست کے نمائندے کی حیثیت سے شرکت کرتے ہوئے ڈاکٹر یاسین انصاری نے اس کانفرنس کے انعقاد کے غرض و غایت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ انجمن ترقی اردو کی شاخیں جھارکھنڈ کے ہر ضلعے میں جمہوری طریقے سے تشکیل دی جا رہی ہیں تا کہ جھارکھنڈ میں انجمن ترقی اردو کی مضبوط تنظیم کھڑی کی جا سکے۔ مضبوط تنظیم کے بغیر ہم اردو کو اس کا جائز مقام دلانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم لوگ اردو کے لیے چھے ماہ سے مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ لاتیہار جھارکھنڈ کا تیرھواں ضلع ہے جہاں جمہوری اور شفاف طریقے سے انتخاب کرایا جائے گا۔

لاتیہار ضلع کے کنوینز شمس الہدیٰ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ لاتیہار میں انجمن کی ایک مضبوط تنظیم بنائیں گے جو عوام کی صحیح نمائندگی کرے اور عوام کے اعتماد پر کھری اترے۔ ہم اس تنظیم کو بلاک کی سطح تک لے جائیں گے۔

اتفاقِ رائے سے ضلعی کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں مندرجہ ذیل عہدیداران منتخب کیے گئے:

سرپرست: 1- شمس الہدیٰ، 2- محمد برکت عبد رضوی۔
3- عظیم الدین انصاری، 4- جاوید اختر
صدر: مفتی محسن اعظم امجدی
نائب صدور: 1-اختر حسین، 2-اصغر خان
سکریٹری: مفتی غلام سرور
نائب سکریٹریز: 1- حافظ معین الحق، 2-اختر حسین
خازن: جاوید اختر

خستہ حال اردو گھر بودھن کی عمارت کا جائزہ

تعمیر و مرمت کے لیے 15 لاکھ روپے جاری کرنے کا سدرشن ریڈی کا اعلان

بودھن (2 ستمبر)۔ رکنِ اسمبلی بودھن پی سدرشن ریڈی نے اپنے دورۂ بودھن کے دوران ڈاکٹر علامہ اقبال اردو گھر بودھن کی خستہ حال عمارت کے تعلق سے عہدیداروں اور مقامی افراد سے بات چیت کرتے ہوئے حالات کا جائزہ لیا اور اردو گھر بودھن کی تعمیر و مرمت کے لیے فوری طور پر پندرہ لاکھ روپے جاری کرنے کا اعلان کیا اور تحصیل دار، کمشنر بلدیہ کو پہلے مکمل طور پر اردو گھر کے انتظامی امور کو اپنے زیرِ انتظام لینے کی ہدایت دی۔ اس موقعے پر موجود صدر نشیں اردو اکیڈمی ریاست تلنگانہ طاہر بن حمدان نے کہا کہ سابقہ ریاستی حکومت کے دور میں قائم کردہ غیر کارکرد اردو گھر انتظامی کمیٹی کانگریس پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد لاپتا ہو گئی۔ کنوینز اردو گھر تحصیل دار بودھن کی جانب سے کمیٹی کے عہدیداروں کو نوٹس کی اجرائی کے باوجود تا حال اردو گھر کے حساب کتاب پیش کرنے سے انتظامی کمیٹی گریز کر رہی ہے۔ طاہر بن حمدان نے دُکان داروں سے خواہش کی کہ اردو گھر بودھن کی عمارت کی تعمیر و مرمت میں تعاون کریں۔ (سیاست۔حیدرآباد)

کتابیاتِ حالی
ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد
قیمت: 300 روپے

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : **خواب سے آگے کچھ بھی نہیں** (کلیاتِ نظم)
شاعر : حمید سہروردی
ترتیب : اقبال خسرو قادری
ضخامت : 288 صفحات
قیمت : 500 روپے
ناشر : کاغذ دکن بیورو، سائبان، زبیر کالونی، ہاگرگا کراس، رنگ روڈ، کلبرگی، کرناٹک
تبصرہ نگار : سعید اختر اعظمی
E-mail: sakhtar0075@gmail.com

حمید سہروردی کی تخلیقی کارگاہ فکشن سے شاعری تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان کے تجریدی افسانوں کا مطالعہ کرتے ہوئے کئی بار ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے انھیں الگ کر دیا جائے تو وہ نظم کی اکائی میں ڈھل جائیں گے۔ فکشن میں شاعری کے ارتکازی رویّے کا بے باکانہ تجربہ کرنے والے میں وہ نمایاں ہیں۔ اپنی تخلیقی کٹھالی میں وہ مختلف عناصر تجربات کو ملا کر دل کی آنچ دے کر نئی دریافت کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے اپنی بعض نظموں میں تجریدی مصوری کا تجربہ بھی کیا ہے۔

'خواب سے آگے کچھ بھی نہیں' چار شعری مجموعوں (شش جہت آگ، دھند چاروں طرف، جلتے بجھتے لمحے، روح کے آس پاس) کی یکجائی ہے۔ ان میں مطبوعہ و غیر مطبوعہ مختصر نظموں کے علاوہ ادب دوست احباب واعزا کے لیے شخصی نظمیں بھی ہیں۔ یہ نظمیں علامت و تجرید کی گرم بازاری میں انھیں منفرد شناخت عطا کرتی ہیں۔ ایک نظم میں اپنا تعارف یوں کراتے ہیں:

دیکھو، سوچو اور لکھو/ سچی بات تمھارے لبوں سے یوں نکلے
گی/ جیسے وہ بچہ کھیلتے کھیلتے/ اپنی ماں سے یوں کہتا تھا/ کہ
ماں! تم نے مجھ کو اس دھرتی پہ کیوں جنم دیا ہے/ پھر تم بھی
کہو گے، میں بھی کہوں گا/ وہ بچہ دیوانہ تھا/ وہ بچہ میں ہی
ہوں/ کہ میں روشنی ہوں

یہ نظمیں داخلی حسیت سے روشن ہیں اور عصری صورتِ حال کا بیانیہ ہیں۔ ان میں رائج و مستعمل لفظیات سے گریز اور آزمودہ پیرایوں سے پرہیز برتا گیا ہے۔ یہ ہیئتی تجربہ بندیوں سے پرے وجودی تجربے کا اظہار ہے۔ یہ دو نظمیں دیکھیے:

میں نے تم سے یوں ہی کہا تھا/ تمھارا نام کیا لکھوں؟/ تم
نے کہا تھا/ زلف لکھو/ پھر میں نے کہا تھا/ یہ بھی کوئی نام
ہے/ پھر تم نے کہا تھا/ رخسار لکھو/ میں نے کہا/ یہ بھی
نہیں/ پھر تم نے کہا/ تمھیں جو اچھا لگے وہی لکھو/ میں نے
کہا تھا/ سچ سچ بتاؤ/ تم نے پھر کہا تھا/ جو تم سمجھو/ وہی تو نام
ہوگا/ میں نے کہا تھا/ کیا تمھارا نام زیست لکھوں؟/ تم
نے سرشار ہو کر آنکھیں چرالی تھیں

جنگل سے بھاگ کر آیا تھا/ ایک سانپ/ میرے کمرے
میں/ چوہے کو نگل کر/ بے فکری سے سویا ہے/ نہ جانے
کیوں/ میں نہیں چاہتا/ اس پر/ ایک بھاری پتھر ڈال دوں

جوگندر پال، قاضی سلیم، عصمت جاوید شیخ، ڈاکٹر وہاب عندلیب، پروفیسر عتیق اللہ، پروفیسر صادق، خلیل مامون، پروفیسر شاہ حسین نہری، ڈاکٹر محمد یوسف عثمانی، حامد اکمل، معین الدین جینابڑے، راز امتیاز، شری کانت ورما، سید اختر کریم و دیگر کے حوالے سے لکھی گئی منظومات ان کے فن و شخصیت کو واجالتی ہیں۔ بطورِ نمونہ چند سطریں ملاحظہ کیجیے:

ترے بغیر کوئی پل اجڑ گیا تھا کبھی/ کبھی کبھی ترے الفاظ
سرخیاں بن کر/ کتابِ زیست کے اوراق کو عیاں کرتے
(جوگندر پال)

کیوں ایسا ہوا/ سوچ بھی پتھر بنی
(عصمت جاوید شیخ)

تم پانی کے مانند بہتے رہے/ ہم منجمد ہو گئے
(ڈاکٹر وہاب عندلیب)

بک شیلف میں رکھی ہوئی/ تمام کتابیں/ اپنی مفہوم کی
ادائیگی میں/ اور معنی خیز ہو گئیں
(پروفیسر عتیق اللہ)

بہت دنوں کے بعد ملے ہو/ کچھ دیر رکو/ کچھ دیر میرے ساتھ رہو
(پروفیسر صادق)

دروازے، کھڑکیاں، دریچے بند کرو/ اور چلے آؤ
(پروفیسر شاہ حسین نہری)

چاروں شعری مجموعوں کی یکجائی کے علاوہ تین ابواب اور قائم کیے گئے ہیں۔ خواب سخن کی تعبیریں، سفر دریا ہے بہتا رہتا ہے، نوائے جرس۔ اول میں قاضی سلیم اور ڈاکٹر عصمت جاوید کے مضامین، پروفیسر عتیق اللہ، پروفیسر اختر یوسف اور عبدالاحد ساز کے تبصرے، شمس الرحمٰن فاروقی، شمیم حنفی، بلراج کومل، کرشن کمار طور، ادیب سہیل، ش ک نظام، محمد علی صدیقی، ندا فاضلی، مہدی جعفر، بشر نواز، ابوالکلام قاسمی اور کوثر مظہری کے تاثرات کی شمولیت ہے تو دوم کے تحت شب و روز کا گوشوارہ اور سوم میں فاضل مرتب اقبال خسرو قادری نے عرضِ مرتب کے تحت ان کے فکر و فن پہ جامع گفتگو کی ہے۔ آزاد نظموں سے دل چسپی رکھنے والوں کو یہ کلیات پسند آئے گا۔

نام کتاب : **مظفر فہمی**
مرتب : انجینئر فیروز مظفر
ضخامت : 284 صفحات
قیمت : 300 روپے
ناشر : مظفر حنفی میموریل سوسائٹی، مظفر حنفی لین، بٹلہ ہاؤس، نئی دہلی-110025
تبصرہ نگار : ڈاکٹر ابراہیم افسر
E-mail: ibraheem.siwal@gmail.com

زیرِ تبصرہ کتاب 'مظفر فہمی' میں انجینئر فیروز مظفر نے پروفیسر مظفر حنفی کی شخصیت اور ادبی خدمات کے حوالے سے لکھے گئے اہلِ قلم کے مضامین، تجزیوں، تبصروں اور تاثرات کو یکجا کیا ہے۔ موصوف نے اپنے والدِ محترم پر لکھی ہوئی تحریروں کو کتابی شکل میں قارئین تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ اس سے قبل بھی ان کی مظفر شناسی کے حوالے سے کئی کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کو منصۂ شہود پر لانے کا محرک رسالہ 'عالمی ادبستان' کا اداریہ بنا۔ اس اداریے میں ڈاکٹر دانش اثری نے پروفیسر مظفر حنفی کی 'تیکھی غزلیں' کے حوالے سے اپنی یادداشتوں کو قارئین کے سامنے پیش کیا تھا۔ انجینئر فیروز مظفر نے اپنے مقدمے 'مظفر فہمی کیوں ضروری ہے؟' میں اُن تمام واقعات کا تفصیلی ذکر کیا جس میں پروفیسر مظفر حنفی کی ذات و صفات کے تعلق سے کام ہو رہا ہے۔ اپنے مقدمے میں موصوف نے پروفیسر مظفر حنفی کی زندگی کو توقیت نگاری کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ ساتھ ہی انھوں نے حاسدین اور مخالفین کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ کتاب کے اندرونی صفحات میں مشاہیرِ ادب کی نظر میں پروفیسر مظفر حنفی کے مقام و مرتبے کا تعین کرتی ہوئی تحریریں بھی شامل ہیں۔

پروفیسر مظفر حنفی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز بچوں کی شاعری سے کیا لیکن انھوں نے افسانے بھی لکھے۔ 1968 میں ان کا پہلا افسانوی مجموعہ 'دیدۂ حیراں' منظرِ عام پر آیا۔ 'دیدۂ حیراں' کا پیش لفظ کنھیا لال کپور نے تحریر کیا تھا۔ پروفیسر مظفر حنفی نے ترجمہ نگاری کے باب میں بھی نمایاں کام کیا ہے۔ طنز و مزاح اور شاعری کے میدان میں وہ یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کے درجنوں شعری مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں جن میں پانی کی زبان، تیکھی غزلیں، عکس ریز، صریرِ خامہ، دیپک راگ، یم بہ یم، طلسمِ حرف، کھل جا سم سم، پردہ سخن کا، یا اخی، ہاتھ اوپر کیے، پرچم گرد باد، آگ مصروف ہے، ہیرے اک ڈال کے، مظفر کی غزلیں، تیزاب میں تیرتے پھول، غزل دستہ، غزل جھرنا، غزل دریچہ، غزل دھارا وغیرہ وغیرہ۔ اپنے ابتدائی ایام میں انھوں نے دوستوں کے تعاون سے 'نئے چراغ' رسالہ بھی جاری کیا لیکن یہ رسالہ جلد ہی بند ہو گیا۔ ساہتیہ اکادمی، نیشنل بک ٹرسٹ اور ہندستان کی اُردو اکادمیوں کے لیے انھوں نے مختلف عنوانات و موضوعات پر مونوگراف بھی لکھے۔ موصوف نے شاد عارفی کے حوالے سے جو کارنامے انجام دیے وہ قابلِ تعریف ہیں۔ انھوں نے نہ صرف شاد عارفی پر اپنا تحقیقی مقالہ سپردِ قلم کیا بلکہ شاد شناسی کے حوالے سے کئی کتابیں رقم کیں۔ ان کتابوں میں شاد عارفی: شخصیت اور فن، شاد عارفی: فن اور فن کار، کلیاتِ شاد عارفی، مکاتیب و مضامین شاد عارفی، وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ہندستان کی مختلف اکادمیوں نے انھیں اعزازات و انعامات سے سرفراز کیا۔ ان کا سفر نامہ 'چل چنبیلی باغ میں' ادبی حلقوں میں کافی مقبول ہوا۔

زیرِ نظر کتاب میں جن اصحابِ قلم کے مضامین کو شامل کیا گیا ان میں پروفیسر وہاب اشرفی، ڈاکٹر خوشحال زیدی، فاروق ارگلی، حلیم صابر، ڈاکٹر شیخ رحمٰن اکولوی، پروفیسر محمد نعمان خاں، اے قمر، ایس ایم حسینی، محمد خوشتر، ڈاکٹر مشیر احمد، ڈاکٹر افضال عاقل، ڈاکٹر صوفیہ شیریں، ڈاکٹر وکیل احمد، انصار احمد معروفی، ڈاکٹر جاوید اختر، امام الدین امام، مدن گوپال نگینہ، ڈاکٹر رونق شہری، محمد انیس انصاری انیس، فیاض عادل فاروقی، ڈاکٹر ذکی طارق، سراج زیبائی، ڈاکٹر سیفی سرونجی، ممتاز انور، محمد معتصم باللہ، طلعت فاطمہ، محمد فرید، ڈاکٹر اعجاز احمد، فراز عارف اور پروفیسر کوثر مظہری کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ ہر مضمون اپنی مثال آپ ہے۔ تمام مضامین میں پروفیسر مظفر حنفی کی مختلف نثری کتابوں، شعری مجموعوں اور دیگر کارناموں پر تنقیدی و تحقیقی زاویہ پیش کیا گیا ہے۔ فاروق ارگلی نے اپنے مضمون 'اُردو کا جامِ جہاں نما: پروفیسر مظفر حنفی' میں موصوف کی ادبی خدمات کا احاطہ کیا ہے۔ اس مضمون میں فاروق ارگلی نے مظفر حنفی کی جملہ ادبی خدمات کے بارے میں لکھا:

"پروفیسر مظفر حنفی معاصر اُردو ادب کی ایک ایسی ہزار رخی شخصیت ہیں جن کے علمی، فکری، اور فنی پھیلاؤ کا ذکر اخبار کے اس ایک صفحے میں یوں ممکن نہیں کہ دریا کو کوزے میں سمو دینے کا ادعا ہے نہ استطاعت، یوں بھی جناب مظفر حنفی کے ذاکروں کے سامنے سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ موصوف ایک وقت میں شاعر ہیں، افسانہ نگار، ادبی صحافی ہیں، محقق، ناقد، مبصر ہیں، ماہرِ لسانیات و کتابیات ہیں، غیر زبانوں کے مترجم ہیں، ہندوی دیومالا اور اساطیری ادب میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں، بہترین مقرر ہیں ح اور مذاکروں اور مباحثوں میں اپنی قوتِ استدلال اور طلاقتِ لسانی سے دھاک جما لینے جیسی ان گنت خوبیاں کہ ہر خوبی ایک مکمل

کتاب کی متقاضی ہے۔'' (ص45-46)

مظفر حنفی کا ایک قابلِ ذکر کارنامہ قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان، نئی دہلی کے لیے وضاحتی کتابیات تیار کرنا تھا۔ وضاحتی کتابیات کی 22 جلدوں میں سے اولین 3 جلدوں میں پروفیسر گوپی چند نارنگ کا عملی تعاون شامل تھا لیکن باقی 19 جلدیں پروفیسر مظفر حنفی نے تنِ تنہا تیار کیں۔ دراصل یہ یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کا پروجیکٹ تھا۔ اس پروجیکٹ کو پروفیسر مظفر حنفی نے 25 سالوں میں مکمل کیا۔ ان وضاحتی کتابیات کا دورانیہ 1976 تا 1999 کو محیط ہے۔ اس کی پہلی جلد 1980 میں منظرِ عام پر آئی اور آخری 1999 میں۔ وضاحتی کتابیات میں اُردو زبان و ادب، تحقیق، تنقید، نثر، شاعری، ڈرامے، خود نوشت، لسانیات، سماجی علوم، طب، سیاست اور مذہب وغیرہ کے تعلق سے شائع ہونے والی کتابوں کا مختصر تعارف اور اشاریہ شامل ہیں۔ پروفیسر مظفر حنفی کی وضاحتی کتابیات کے بارے میں ڈاکٹر محمد خوشتر رقم طراز ہیں:

''انھوں نے کتابوں کے موضوعات کے ساتھ ان باتوں کی بھی نشان دہی کی ہے کہ یہ کتاب کب چھپی، کہاں سے چھپی، کیسے چھپی، مصنف، مرتب، مترجم، مؤلف، شرح نویس اور حاشیہ نگار وغیرہ کا نام بھی بیان کیا ہے تو ساتھ ہی ساتھ کتاب کے صفحات، مکتبہ کا نام، ناشر، زیرِ اہتمام، سائز اور کاغذ پر بھی ان کی گہری نظر ہے اور اسے بلا تکلف بتانے کی عمدہ سعی کی ہے۔'' (ص119)

پروفیسر مظفر حنفی نے طنز و مزاح کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ فاضل مرتب نے زیرِ نظر کتاب میں ایسے کئی مضمون شامل کیے ہیں جن میں موصوف کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری پر تنقیدی گفتگو کی گئی ہے۔ فیاض عادل فاروقی نے اپنے مضمون 'امامِ طنزیات: مظفر حنفی' میں ان کی شاعری میں موجود طنز و مزاح کو قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ ان کے کلام میں موجود طنز و مزاح کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

اب روز یہی ہونا ہے ماتم نہ کرو تم
مقتول سب اپنے ہیں غم نہ کرو تم

ماضی سے تا حال مظفؔر ظالم ہی
تاج پہنتا ہے دربار لگاتا ہے

دیکھ لینا بیچ میں ہی دھجیاں اُڑ جائیں گی
اس طرف مسجد، اُدھر مندر، چلی ٹھنڈی ہوا

بہرکیف! انجینئر فیروز مظفر نے اپنے والد مرحوم کی یاد میں 'مظفر حنفی میموریل سوسائٹی' کو قائم کیا ہے۔ اس سوسائٹی کے ذریعے انھوں نے اپنے والدِ محترم کے ادبی کارناموں کو منصۂ شہود پر لانے کا مصمم ارادہ کیا ہوا ہے۔ وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ اس سوسائٹی کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی زیرِ نظر کتاب کا نمبر آٹھواں ہے۔ علاوہ ازیں انجینئر فیروز مظفر نے کلیاتِ مظفر حنفی، مظفر حنفی کے خطوط، مظفر حنفی کے تبصرے اور مظفر شناسی وغیرہ کتابوں کو سوسائٹی سے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ اس موقعے پر راقم الحروف موصوف کو مبارک باد پیش کرتا ہے کہ انھوں نے مظفر حنفی پر لکھی گئی تحریروں کو کتابی قالب میں قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔☆

بقیہ: صحتِ املا کے لیے ایک زاویۂ نظر

(بقیہ صفحہ 2 سے آگے)

Inpage میں یہ بہت نمایاں نہیں ہو پاتا اور دیدہ زیب بھی نہیں لگتا، چناں چہ اردو میں ترچھے رسمِ خط کے بجائے نسخ کا استعمال زیادہ مناسب ہے۔

حاشیے یا حوالے کے لیے بیت کی علامت (؎) کا استعمال مناسب ہے۔ اس کا نمبر شمار اس علامت پر درج ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے قوسین کا استعمال مناسب نہیں کیوں کہ عبارت میں قوسین کا استعمال دیگر مقاصد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے کسی اشتباہ سے بچنے کے لیے حوالے یا حاشیے کی نشان دہی کے لیے قوسین کے بجائے بیت کا نشان (؎) ہی مناسب ہے۔ چوں کہ تعلیقات کے لیے اکثر صورتوں میں علاحدہ نشان کی ضرورت ہوتی ہے، جو بیت کے نشان سے مختلف ہو، اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ اس نشان کے ساتھ ایک اضافی نشان ستارے کا لگا دیا جائے۔ مثال کے طور پر یہ نشان ☆ اور اس پر نمبر شمار تعلیقات کا اپنا ہو اور اس کا سلسلہ شمار الگ رہے۔

عنوان میں اگر تشریحی الفاظ یا ذیلی عنوان شامل کرنا ہو، تو رابطے کا نشان (:) لگانا چاہیے۔ جیسے:

1- 'جنگِ آزادی 1857: واقعات و شخصیات'
2- 'اقتصادی ترقی کا منظر: 1971 سے پہلے اور بعد'
3- 'ادب اور ثقافت: باہمی اثرات کا ایک مطالعہ'

حاشیے میں جب ایک سند کے ساتھ دوسری سند یا ماخذ کو بھی بہ طورِ حوالہ شامل کرنا ہو تو پہلے حوالے کے بعد وقفے کا یہ نشان (؛) لگا کر دوسرے ماخذ کا اندراج کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر: ندوی، 1950، ص 51؛ مدنی، ص 89۔ اس طرح ایک سے زیادہ جتنے بھی ماخذ ہوں ہر اندراج کے بعد یہ نشان لگا کر اگلا ماخذ درج کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل
B-215، بلاک 15، گلشنِ جوہر، کراچی-75290 (پاکستان)
E-mail: moinuddin.aqeel@gmail.com

بقیہ: سوانحی لغات اور اہلِ قلم کی درست تاریخ ہائے پیدائش و وفات

(بقیہ صفحہ 3 سے آگے)

۲۲ ایضاً۔
۲۳ (دہلی: ساہتیہ اکیڈمی، ۲۰۰۴ء)۔
۲۴ (دہلی: کتابی دنیا، ۲۰۰۷ء)۔
۲۵ دیکھیے: ارمغان (کراچی)، شمارہ ۳، اپریل تا جون ۱۹۹۶ء، ص ۶۔
۲۶ ڈاکٹر جمیل جالبی: بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (کراچی: نیازمندانِ کراچی، ۲۰۱۶ء)، ص ۱۷۔
۲۷ دیکھیے: عبدالعزیز ساحر، ڈاکٹر جمیل جالبی: شخصیت اور فن (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۷ء)، ص ۱۲۔
۲۸ تاج بیگم فرخی، خدیجہ مستور: شخصیت اور فن (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۰ء)، ص ۱۴۔
۲۹ دیکھیے: ہاجرہ مسرور کا مضمون بعنوان خدیجہ مستور، مشمولہ نقوش (لاہور)، شخصیات نمبر، جلد اول، جنوری ۱۹۵۵ء، ص ۴۴۲۔

ڈاکٹر رؤف پاریکھ
A-337، بلاک 19، گلشنِ اقبال، کراچی، پاکستان
drraufparekh@yahoo.com

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

اردو املا اور حروفِ تہجی: لسانیاتی تناظر	رؤف پاریکھ	300/-
رموزِ اوقاف: کب، کہاں اور کیوں؟	ڈاکٹر شمس بدایونی	300/-
غروبِ شہر کا وقت	اُسامہ صدیق	900/-
کچھ اُداس نظمیں	ہربنس مکھیا	300/-
میانِ من و تو (تحقیقی و تنقیدی مضامین)	پروفیسر شاہد کمال	500/-
میرا جنون اردو (خطبات و مضامین)	طاہر محمود	700/-
میر کی خودنوشت سوانح (نثار احمد فاروقی)	صدف فاطمہ	400/-
کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
اداریے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق و توازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
چند فکری و تاریخی عنوانات	پروفیسر حکیم سیّد ظل الرحمٰن	400/-
ریت سمادھی (گیتانجلی شری)	ترجمہ: آفتاب احمد	900/-
حکمِ سفر دیا تھا کیوں	شانتی ویرکول	200/-
عہدِ وسطیٰ کی ہندستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	اقتدار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا بدلاؤ)	سیّد ضیاء حیدر	600/-
کتابیاتِ حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ تو عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر ہلال فرید	300/-
جب دیوں کے سر اُٹھے	ڈاکٹر ہلال فرید	360/-
سیر المنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محرابِ تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوباتِ مولوی عبدالحق بنام مشاہیر...	میر حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیاتِ زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخنِ افتخار (کلیاتِ افتخار عارف)	افتخار عارف	1500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-
میری زمین کی دھوپ (ہندی)	ونود کمار ترپاٹھی بشؔر	400/-
کھُلا دروازہ	ڈاکٹر نریش	250/-
ٹیپو سلطان کا خواب (گریش کرناڈ)	محبوب الرحمان فاروقی	300/-
اپنی دنیا آپ پیدا کر	غلام حیدر	900/-
وقائعِ بابر	ظہیر الدین محمد بابر	1000/-
In This Poem Explanateions of Many Modern Urdu Poem (میراجی)	بیدار بخت	600/-
میری زمین کی دھوپ	ونود کمار ترپاٹھی بشؔر	600/-
اُردو شاعرات اور نسائی شعور	ڈاکٹر فاطمہ حسن	330/-
مجھے اک بات کہنی ہے	شاہد کمال	400/-
انتخابِ غالب	امتیاز علی عرشی	600/-
باغِ گلِ سرخ	افتخار عارف	300/-
رفتگاں کا سراغ	سرور الہدیٰ	450/-
کلّیاتِ مصطفیٰ زیدی	سرور الہدیٰ	900/-
اے زمینِ وطن اور دیگر مضامین	ڈاکٹر نریش	225/-
ارمغانِ علی گڑھ	پروفیسر خلیق احمد نظامی	400/-
تاریخ و آثارِ دہلی	معین الدین عقیل	100/-
مجموعۂ سلام مچھلی شہری	بیدار بخت	700/-
کستوری کُنڈل بسے	ڈاکٹر نریش	250/-
اپنی لاڈلی ڈینش بچّی کے نام گاندھی جی کے محبت نامے	نصر ملک	250/-
سرمایۂ کلام	منیب الرحمان	500/-

سی بی ایس ای اردو میڈیم سے امتحان لینے پر غور کرنے کو تیار

انجمن ترقی اردو (ہند) کے جنرل سکریٹری کو چیئرمین کی یقین دہانی

نئی دہلی (9 اکتوبر)۔عوامی ذرائع ابلاغ میں اس خبر کے مشتہر ہونے کی وجہ سے کہ سنٹرل بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن (سی بی ایس ای) جو دسویں اور بارہویں کلاس کا امتحان لیتی ہے، نے اس برس سے اردو میڈیم سے امتحان لینے کی سہولت ختم کردی ہے۔اردو داں عوام میں ملک گیر سطح پر شدید تشویش تھی اور ہندستان بھر سے وہ لوگ جن کے بچے سی بی ایس ای سے آئندہ برس دسویں اور بارہویں درجات کا اردو میڈیم سے امتحان دینے والے تھے، انجمن ترقی اردو (ہند) سے رابطہ کرکے اس معاملے میں مداخلت اور مسئلے کو حل کرنے کی درخواست کررہے تھے۔

انجمن کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر اطہر فاروقی نے سی بی ایس ای کے چیئرمین راہل سنگھ سے اس سلسلے میں ملاقات کرکے انھیں اردو داں عوام کی تشویش سے آگاہ کیا۔ یہ ملاقات تقریباً ایک گھنٹہ چلی جس میں اردو ذریعۂ تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوئی اور چیئرمین صاحب نے بہت سنجیدگی سے تمام معاملے کو سننے کے بعد اطہر فاروقی صاحب کو اس بات کا یقین دلایا کہ سی بی ایس ای اس مسئلے پر ہمدردانہ غور کرے گی مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ متعلقہ اسکولوں کی طرف سے اس باب میں باقاعدہ سی بی ایس ای کو درخواست (Representation) دی جائے۔ اس کی تفصیل کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ معاملے کو میڈیا میں سی بی ایس ای سے بات کیے بغیر لے جانے کی وجہ سے ایک پیچیدگی یہ پیدا ہوئی کہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ بورڈ نے سرے سے ہی اردو میڈیم سے امتحان لینے کا نظم ختم کردیا ہے جب کہ صورتِ حال یہ ہے کہ تکنیکی وجوہ سے اس کا اطلاق صرف مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی کے تین اسکولوں جو حیدرآباد، نوح (میوات) اور دربھنگہ میں ہیں، پر ہی ہوتا ہے، باقی جگہ یہ سہولت برقرار ہے۔ چیئرمین نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ان تین اسکولوں میں سے ایک اسکول نے تو باقاعدہ اس سہولت کو برقرار رکھنے کی درخواست کی ہے جب کہ دو اسکولوں کی طرف سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی نے یہ درخواست دی ہے جب کہ یہ اسکول Independent اسکول کے طور پر سی بی ایس ای سے ملحق ہیں۔ یہ نہایت تکنیکی معاملہ ہے جسے سمجھنا عام لوگوں کے لیے مشکل ہے۔ امید ہے کہ باقی دو اسکول بھی ضابطے کے مطابق اردو میڈیم سے امتحان دینے کی سہولت برقرار رکھنے کے لیے باقاعدہ درخواست جلد ہی سی بی ایس ای کو بھیج دیں گے جس کے بعد وہ ضابطے کے مطابق اس پر کارروائی کرے گی۔

انجمن ترقی اردو (ہند) سی بی ایس ای سے ملحق اسکولوں کے تعلق سے ایک تفصیلی رپورٹ تیار کرکے شائع کرنے کا ارادہ کررہی ہے تاکہ تمام متعلقہ تفصیلات اس میں شامل ہوجائیں اور اردو معاشرے کو اردو ذریعۂ تعلیم کی صحیح صورتِ حال کا اندازہ ہوسکے جو تیزی کے ساتھ روبہ زوال ہے۔

◆◆◆

انجمن ترقی اردو (ہند) کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر اطہر فاروقی سی. بی. ایس. ای. کے چیئرمین جناب راہل سنگھ سے ملاقات کرتے ہوئے

مدیر : **اطہر فاروقی**
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، رودگراں، لال کنواں، دہلی-٦
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی–110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

اردو ہندی ڈکشنری
انجمن ترقی اردو (ہند)
قیمت: 300 روپے

اسٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری
مولوی عبدالحق
قیمت: 500 روپے

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002 and Printed at Javed Press, 2096, Rodgran, Lal Kuan, Delhi-110006, Editor: ***Dr Ather Farouqui***